

## تفسیر قرآن کا سائنسی منہج: کتاب زندگی کا مطالعہ

Scientific Methodology of Qur'ānic Interpretation: A Study of  
"Kitāb e Zindagī"

\* Muhammad Irfan

\*\* Dr. Tahir Aslam

\*\*\* Abdul Rahman

**Abstract**

Commentary of the Quran "Kitāb e Zindagī" has been written in the light of scientific discoveries and scientific research. Its writer has been a nuclear scientist. The author has also been the Chairman of the Atomic Energy Commission of Pakistan. Yes, this commentary is only the commentary of Surah Al-Imran, Surah Al-Baqarah and Surah Al-Fātihah. Proved to be very useful, one of the purposes of this commentary of the commentator is that the modern people of this society who understand modern science can understand the Quran. The commentator says that in front of me are young people who are so fascinated by the latest discoveries and advances in technology that nations that are not guided by the Quran are developing and Muslims are not involved in this development.

**Key Words:** Scientific Methodology, Tafsīr, "Kitāb e Zindagī"

تمہید  
سائنسی انکشافات اور سائنسی تحقیقات کی روشنی میں یہ تفسیر لکھی گئی ہے یہ تفسیر ایٹمی سائنسدان سلطان بشیر محمود کی لکھی ہوئی ہے مصنف پاکستان کے اٹاک انرجی کمیشن کے چیرمین بھی رہے ہیں ان کی خدمات پر حکومت پاکستان کی طرف سے ان کو ستارہ امتیاز بھی ملا ہے، یہ تفسیر سورہ آل عمران سورہ البقرہ اور سورہ الفاتحہ کی ہی تفسیر ہے، مصنف چونکہ ایک ماہر اور قابل سائنسدان

\* PhD Scholar Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

\*Assistant Professor, Institute of Islamic Studies Mirpur University of Science and Technology (MUST), Mirpur A.K

\*\*\*PhD Scholar Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

ہیں انہوں نے اس تفسیر میں عہدگی کے ساتھ سائنسی حقائق بیان کیے ہیں۔ یہ تفسیر لاتعداد کوششوں میں سے ایک کوشش ہے جو بہت مفید ثابت ہوئی ہے، مفسر کے اس تفسیر کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ جدید سائنس کو سمجھنے والے اس معاشرے کے جدید لوگ قرآن حکیم کو سائنس کی زبان میں سمجھ سکیں، مفسر کا کہنا ہے کہ میرے سامنے وہ نوجوان ہیں جو سائنس اور ٹیکنالوجی کی جدید دریافتوں اور ترقیوں سے اتنے مرعوب ہیں کہ جو تو قرآن سے راہنمائی نہیں لے رہیں وہ تو ترقی کر رہی ہیں اور مسلمان اس ترقی میں شامل نہیں ہیں مفسر کے مطابق ان نوجوانوں کو اس تفسیر کے ذریعے اس مرعوبیت سے نکالنا اس تفسیر کا مقصد ہے۔ تفسیر کتاب زندگی ایک سائنسی تفسیر ہے یہ تفسیر سائنسی منہج پر ہی لکھی گئی تفسیر ہے پوری تفسیر سائنسی منہج سے بھرپور ہے ذیل میں چند پوائنٹس مذکور ہیں۔

### الحمد لله رب العالمین کی سائنسی تفسیر

اس آیت مبارکہ، الحمد لله رب العالمین، میں اللہ تعالیٰ خود اپنا تعارف رب العالمین کے طور پر کرتے ہیں یعنی وہ بے شمار جہانوں کا رب ہے۔ یہ ایک سائنسی معجزہ ہے جو کہ بیسویں صدی کے آخر میں ثابت ہوا ہے جب انسان نے خلا کی تحقیق میں علم حاصل کر لیا ہے۔ اب پتہ چلا ہے کہ ہماری زمین کائنات میں ایک غیر معمولی سیارہ ہے جبکہ کائنات اربوں کھربوں عالمین کا مجموعہ ہے۔ سائنس نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ اب بات کو پندرہ ارب برس بیت گئے ہیں جب مادہ دنیا میں پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان ربوبیت کا عالم ظاہر میں اظہار کیا۔ اس واقعہ کا نام بگ بینگ Big Bang رکھا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ کچھ کائناتی اصول بتا دیے گئے جنہیں ہم سائنسی قوانین کہتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز کو ان کا پابند بنا دیا یوں ہر جگہ ہر وقت اسی رب العالمین کی حکومت ہے۔ جسکے نتیجے میں جو قوانین ہم اپنی ذرا سی زمین پر ملاحظہ کرتے ہیں وہی کہکشاؤں کے آر پار کام کر رہے ہیں۔ یوں ہر سو قوانین قدرت کی وحدت اپنے خالق کی وحدت کا اعلان کرتی ہے کہ، تم سب کا رب اللہ ہے، معبود واحد۔ الرحمن الرحیم، اور یہ سلسلہ یوں ہی قیامت تک چلتا رہے گا جب یہ کائنات ایک نئی کائنات سے بدل دی جائے گی۔ دراصل Big Bang بگ بینگ عالم شہود میں اولین حمد تھی۔ انسان نے پہلی دفعہ اسکی آواز کو 1996ء میں سنا۔ امریکہ کی بیل ٹیلیفون لیبارٹری Bell Telephone Laboratory کے دو سائنسدانوں کا کام خلا کی طرف سے آنے والی ریڈیائی لہروں کو پکڑنا اور ان کو سمجھنا تھا۔ ان لہروں میں ایک ایسی آواز جو ہر سمت سے برابر اور مسلسل آتی رہتی تھی وہ اپنے ایئرل Aerials جدھر بھی کرتے اس میں کوئی تبدیلی نہ آتی۔ یہ کیا آواز ہے؟ اس سوال پر غور و فکر سے ثابت ہوا کہ ہر طرف سے آنے والی یہ آواز کائنات کے وجود میں آنے کے وقت جو دھماکہ ہوا تھا اس کی آواز ہے۔ تخلیق کے اس مرحلہ پر لاوجودیت سے ایک غبار سا اٹھا جو تیزی سے بڑھنے لگا، اللہ تعالیٰ نے کہا کن، پس وہ ہو گیا یعنی کن کے امر میں زمان و مکان اور سب وجود پنہاں تھے جو ایک دم سے عالم باطن سے عالم ظاہر میں بدل گئے۔ اس وقت درجہ حرارت اربوں ڈگری سنٹی گریڈ تھا۔ جبکہ سورج کے اندر تقریباً ساٹھ لاکھ ڈگری سنٹی گریڈ ہے افسوس عام آدمی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ جہنم کیسے اتنا گرم ہو گا۔ اس نسبت سے بگ بینگ Big Bang کے بعد کائنات بھی کروڑوں سال جہنمی حالات میں رہی اور اس کے آتش وجود سے جنات کی تخلیق ہوئی۔ ملائکہ کی تخلیق نوری ہے جو بینگ بینگ سے پہلے کا واقعہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اپنی رحمت کو پھیلا دیا اور یوں تخلیق کے دور، الرحمن الرحیم، کا آغاز ہوا۔

کائنات پھیلنے لگی اور آہستہ آہستہ ٹھنڈی پڑنے لگی۔ اس ارتقائی دور میں گیس کے مرکباتی کروں کی تخلیق شروع ہوئی اور رفتہ رفتہ انہی کروں میں سے ستاروں Stars کا ظہور ہونے لگا اور ستاروں کے ساتھ کوآکب Planets بننے لگے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ستارے خاندانوں کی طرح اکٹھے ہونے لگے اور کروڑوں ستاروں کے اکٹھا ہونے سے کہکشائیں وجود میں آنا شروع ہوئیں اور آج الرحمن الرحیم کی کائنات میں اربوں کہکشائیں ہیں جن میں موجود مخلوقات کا انسانی حساب اور تصور ممکن نہیں ہے۔<sup>1</sup>

2: سورۃ الفاتحہ کی تیسری آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ، ملک یوم الدین<sup>2</sup> ہے۔ یہ فرمان اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ کسی نہ کسی وقت موجودہ کائناتی دور کے حساب کا وقت آجائیگا اور اس فیصلہ کن دن کے بعد ایک نئے دور کا آغاز ہوگا جو ہمیشہ رہے گا۔ یہ جزا و سزا کا دور ہے۔ اس سے یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ کائنات ہمیشہ رہی ہے نہ ہمیشہ رہے گی بلکہ اس کارخانہ قدرت میں ہر چیز کی ایک حد مقرر ہے جس تک وہ ایک پہلے سے مقررہ پروگرام کے مطابق چلتی رہتی ہے اور پھر ختم ہو جاتی ہے۔ سائنسدانوں کو اس حقیقت نے دنگ کر دیا ہے کہ خالق کون و مکان جب کسی چیز کو پیدا کرتا ہے تو اس کیساتھ ہی اس پر اسکی موت کو بھی سوار کر دیتا ہے۔ تھر موڈیمک کے دوسرے قانون کے مطابق قدرت کا یہ بنیادی اصول ہے کہ ہر چیز کا توازن مسلسل کم ہو رہا ہے۔ لہذا اپنے وقت ہر چیز کو فنا ہے اور فنا ہی ہر چیز کی آخری قسمت ہے۔

اسی اصول کے پیش نظر سائنس دان قرآن کریم کی اس بات کی بھی تصدیق کر رہے ہیں کہ ایک نہ ایک دن یہ کار ساز حیات جس طرح اچانک وجود میں آیا تھا اسی طرح اچانک ختم بھی ہو سکتا ہے۔ جدید سائنس اس پر بھی ہے کہ اپنی پیدائش سے کائنات پہلی ری ہے اور کن ہے کہ اپنی انتہا پر کمری کرنے لگے اس وقت یہ ہر سمت سے اپنے نقط آغاز کی طرف واپس بھاگنا شروع ہوگی اور بالآخر کرا کر اپنے آپ کو پاش پاش کر دے گی۔ یوں تمام موجود: لا وجود میں بدل جائے گا۔ ہونا، انہونی“ میں بدل جائے گا لیکن بیان اس کا ختم نہیں بلکہ اس کے بعد خالق ایک عظیم تر کائنات کو وجود میں لائے گا جس کا خاص امتیازی وصف یہ ہوگا کہ اس میں وقت نہیں ہوگا۔ اس ساری داستان میں قیامت کبریٰ موجودہ کائنات کی تباہی اور حیات بعد الموت کی خلیق کا سماں ہے۔ اسکے فوری بعد یوم الدین کی صبح طلوع ہوگی۔ اس دن تمام مخلوقات زمان و مکان کے کونے کونے سے خالق کائنات کے حضور جمع ہو جائے گی۔ ہمارے اعمال مجسم شکل میں ہمارے سامنے ہوں گے کسی کو جنت کی طرف لے جائیں گے اور کسی کو جہنم کی طرف کھینچ رہے ہوں گے۔ ہمارے حوالے سے شاندار بات یہ ہے کہ اس سارے منظر میں انسان قائم رہتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن کریم میں تعلیم دیتا ہے کہ موجودہ کائنات بھی انسان کے لئے بنی اور آنے والی کائنات بھی انسان کے لئے بنی ہوگی اس لئے وہ اسی دنیا میں کھو کر اپنی ہستی کے مقصد کو بھول نہ جائے بلکہ اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کے لئے مسلسل کوشش کرتا رہے۔<sup>3</sup>

3: اوپر کی آیات کریمہ انسان کی سائیکالوجی پر حرف آخر ہیں اور جو لوگ انسانی اصلاح احوال کے متمنی ہیں ان کے لئے بہترین رہنمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر نیکی اور اپنی ذات پاک کا وجدان رکھا ہے۔ پھر اس کے اندر ایک ضمیر ڈال دیا ہے جو برائی سے خبردار کرتا ہے اور نیکی کا احساس دلاتا ہے۔ اس کی فطرت کی جلا کے لئے یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے نبی بھیجے۔ آدمی کے امتحان کے لئے شیطان کو بھی پیدا کیا جس کا کام نبیوں کی ہدایت کے خلاف انسان کو ورغلا نا ہے اور اس کو راہ اور باطل پر چلنے کا اختیار بھی دے دیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدمی کی قدر اسی نسبت سے ہے جس نسبت سے وہ شیطان

کی مخالفت کرتا ہے۔ ایمان کو اختیار کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔ انسان کے آخری دور میں جب اس کے مسائل بہت زیادہ بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت کے لئے اپنے سب سے بڑے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا۔ آج کے عہد میں ذرائع ابلاغ کو اتنی ترقی دے دی اور ہزاروں سال تک آپ کی تعلیم کی رسائی ہوتی ہے۔ ایسے میں جو لوگ آپ کے راستے کو چھوڑ کر اپنے خود ساختہ راستوں پر چلتے چلتے دور نکل جاتے ہیں ان کے دلوں پر شیطان قبضہ کر لیتا ہے اور ہدایت کی طرف جانے والے راستوں پر بیٹھ کر ان کے ضمیر کو خاموش کر دیتا ہے۔ یوں ان کے اسلام کی طرف آنے کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔ انھیں تاریکی بیماری لگ جاتی ہے جو رفتہ رفتہ ان کی روحانیت کو بالکل ختم کر دیا ہے اور قرآن سننے اور سمجھنے کی صلاحیت بالکل ہی کھودیتے ہیں۔ کافروں کی طرح منافقوں کا بھی بالآخر یہی حال ہوتا ہے۔ جیسے آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے۔ یکساں ہے ان کے لئے۔ آپ انہیں اللہ سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان لانے والے نہیں۔ اسلئے اسلام کے مبلغین کو ایسے لاعلاج روحانی مرض پر اپنی محنت ضائع نہیں کرنی چاہیے۔ فرامین رسول نے مال کی زبان Symbolic Language میں سمجھایا کہ ہر برائی کا اثر قلب پر ایک سیاہ داغ کی مانند ہوتا ہے۔ جب انسان برائیوں سے باز نہیں آتا تو ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ کالک اس کے دل کو پوری طرح ڈھانپ لیتی ہے پھر وہاں ہدایت کے نور کا گزر نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ کیفیت ہے جسکی آیت مبارکہ 7 زبردست عکاسی کرتی ہے<sup>4</sup> فرمایا کہ مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر دلوں پر مہر کے اثرات یہ ہیں کہ انسان کی روحانی زندگی کی قوتیں مفقود ہو جاتی ہیں روحانی آنکھیں، کان اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بند ہو جاتی ہیں اور آخر میں اس کا خمیر بھی مر جاتا ہے۔ سائنسی لحاظ سے دلوں پر ایک سائیکولر جیل بیماری ہے جس کی وجہ سے انکار اور کفر مسلسل پر اصرار ہے۔ یہ غرور سے شروع ہوتی ہے اور پھر انجانے خوف اور ڈپریشن میں بدل کر انسان کو ہمیشہ کے لئے ایمان کی دولت سے محروم کر دیتی ہے لہذا عذاب عظیم اس کا مقدر بن جاتا ہے۔ آئیے ہم اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنا محاسبہ کرتے رہیں اور مسلسل توبہ، استغفار کے ذریعے اپنے دلوں پر جننے والے کالے دھبوں کو صاف کرتے رہیں۔ آمین۔<sup>5</sup>

### فساد کی جڑ اور ماحول کی حفاظت

فساد فساد سے ہے جس کا مطلب چیزوں کے توازن کو خراب کرنا ہے۔ یوں امن کو بد امنی اور آرڈر order کو ڈس آرڈر disorder میں بدل کر رکھ دیتا ہے۔ آیات مبارکہ میں ان لوگوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو دنیا میں فساد کا باعث ہیں کہ زمین میں فساد کی جڑ منافقین ہیں لیکن وہ مانتے نہیں ہیں حالانکہ اپنے مفاد کی خاطر جو لوگ رب العالمین کے سامنے جھوٹ بولنے سے نہیں ڈرتے اور اپنے ایمان کو بیچ سکتے ہیں ان سے برا انسان کون ہو گا اس طرح کے شاطر لوگ اپنے مکروہ چہروں کو اصلاح احوال، سیاست، ڈپلومیسی، حکمت عملی تہذیب پر، ثقافت، اعلیٰ معیار زندگی وغیرہ جیسے رنگوں کے لبادہ میں چھپاتے رہتے ہیں لیکن قرآن حکیم نے ان کی اصلیت کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے مادی اور روحانی مسائل کا باعث ان کی منافقت ہے۔ آیت مبارکہ میں فرمان الہی ہے زمین میں فساد مت کرو، یہ انسانیت کی بقا کے لئے بہترین فارمولا ہے۔ جو تمام انسانوں کیلئے ایک عمومی حکم ہے اور ماحولیاتی سائنس دانوں کیلئے رہنما اصول ہے۔ ماحول کے دوست جب کہتے ہیں کہ زمین کو خراب ہونے سے بچالو تو دراصل وہ قرآن کریم کی اس آیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ کاش کہ وہ قرآن کریم سے بھی سیکھ

لیں کہ زمین کی خرابی کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے اور اس خرابی کے ذمہ دار کون ہیں؟ یہ وہی مفاد پرست ہیں جن کا کوئی دین نہیں۔ وہ اصلاح ترقی اور معیار زندگی کو بڑھانے کے پرکشش نعروں کے قریب سے مسلسل زمین میں فساد پیدا کر رہے ہیں۔ یہ انہی کی وجہ سے ہے کہ دنیا کے بیس فی صد لوگ زمین کے اسی 80 فی صد ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔ اگر انہیں روکا نہ گیا تو نہ صرف یہ کہ تمام انسانیت ماحول کی خرابی کے عذاب الیم میں مبتلا ہو جائے گی بلکہ جس رفتار سے وہ زمینی ذرائع کو ختم کر رہے ہیں صدیوں کے بعد آنے والے لوگ معدنیات اور قدرتی ذرائع سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ یوں یہ فساد آئے والی نسلوں کے بھی دشمن ہیں۔

ان کی بسیار خوری اور بے حساب فضول خرچی کی وجہ سے پہلے ہی موسموں میں خطرناک تبدیلیاں آچکی ہیں۔ قطبین کی برف پگھلنے سے سمندروں کا پانی چڑھ رہا ہے، دریاؤں کا پانی صنعتوں کے فضلات سے خراب ہو چکا ہے، آسمان کی اوزون والی چھت میں شکاف پڑ چکا ہے، ہوا صنعتی گرد و غبار سے گندھی ہو چکی ہے، لیکن اس فساد کے ذمہ دار، انسانیت کے جھوٹے بیوپار پھر بھی یہی پر ایگنڈہ کرتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ ہم تو معاش اور صنعت کو ترقی دے رہے ہیں۔ اگر دین کی بات ہو تو کہتے ہیں کہ ہم سے زیادہ دیندار کون ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو ظاہر کر کے رکھ دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ ان کی ہٹ دھری نے انہیں جاہل اور بھلائی کے شعور سے عاری کر دیا ہے۔<sup>6</sup>

### قانون عمرانیات

اللہ تعالیٰ کا قانون عمرانیات ہے۔ وہ نیک اور برے دونوں طرح کے انسانوں کی مدد کرتا ہے۔ نیکیوں کی نیکی میں اور بروں کی برائی میں۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ کدھر جانا چاہتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خاص وقت تک بروں کو بھی سدھرنے کی مہلت عطا فرماتا ہے اور کچھ وقت تک ان کو ڈھیل دیتا ہے۔ فوری عذاب نازل نہیں کرتا۔ عام فارمولہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی یا معاشرہ برائی میں پڑھ رہا ہو تو پہلے اللہ تعالیٰ انہیں خوشحالی دیتا ہے، پھر ان پر غربت شروع ہوتی ہے، اگر پھر بھی وہ باز نہیں آئے تو اس کے بعد ان پر عذاب آتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے مسلمانوں پر جو عذاب آتے ہیں وہ ان کی آزمائش کے لئے ہوتے ہیں اگر وہ صبر سے ان کو بھی برداشت کر لیں تو پھر کامیابی عطا کر دی جاتی ہے جبکہ برائی میں پڑھنے والے برائی کی طغیانی میں بہا دیئے جاتے ہیں۔<sup>7</sup>

### ایک اہم سائنسی نکتہ

آیت مبارک میں، آسمان سے بارش والی بات میں ایک اہم اشارہ ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین پر بارش کا انحصار آسمان پر ہے۔ بیسویں صدی کی سائنس نے اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا ہے کہ سمندروں سے بخارات اٹھنے کے عمل کا انحصار سورج پر ہے لیکن جب فضا میں یہ بخارات بادل کی شکل میں جمع ہوتے ہیں تو بخارات کو قطرے بنانے کے لئے برقی ذرات کی ضرورت ہوتی ہے یہ برقی ذرات بھی آسمانوں ہی کی طرف سے آتے ہیں۔ ان کا منبع کائناتی شعاعیں ہیں جو دوسرے ستاروں اور سورج سے نکل کر ہماری زمین کی طرف آتی ہیں ان کی عدم موجودگی میں بخارات قطروں میں تبدیل نہیں ہوتے اس لئے بارش بھی نہیں ہوگی۔ لہذا بخارات بننے، ہواؤں کے چلتے اور بخارات کا بارش کے قطرے بننے کا اہم ترین سبب آسمان ہی ہے۔ قرآن حکیم کا

اعجاز ہے کہ بڑے بڑے سائنسی حقائق کو نہایت مختصر الفاظ میں بیان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کا برق، رعد اور صاعقہ سے بھی تعارف کروایا ہے۔<sup>8</sup> جو عظیم قدرتی طاقتیں ہیں۔ جن کا یہ ادراک جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے بعد ہی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان، قریب ہے کہ برق ان کی بینائی اچک لے، سائنسی لحاظ سے ایک بڑا معنی خیز بیان ہے کہ روشنی برق کی آنکھوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ یہاں سے ہم اگلی آیت کی طرف بڑھتے ہیں جس میں انسانیت کو پیغام دیا گیا ہے کہ نفاق اور کفر کو چھوڑو اور اپنے مالک کی صدق دل سے بندگی کرو۔<sup>9</sup>

### 5.2.7 عظیم سائنسی حقائق

آیت مبارکہ کہ 22<sup>10</sup> انسان کو زمینی فرش پر غور کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کیلئے فرش کی مثال فرمائی ہے جس میں ایک بڑی فکر پنہاں ہے۔ فرش کا مطلب بسط اور پھیلا دینے کا ہے۔ جیسے بچھا ہوا قالین فرض کریں زمین اس طرح نہ ہوتی۔ بلکہ ریت کے ڈھیر سی جیسی ہوتی اس کے اوپر پانی ہی پانی ہوتا یا یہ برف ہی برف ہوتی تو کیا زندگی ممکن ہوتی؟ سورج کے دیگر سیاروں کا جب ہم زمین سے موازنہ کرتے ہیں تو رب تعالیٰ کے لئے ایک عجیب تشکر کا احساس پیدا ہوتا ہے کہ اس پر نباتات اور نسلوں کا اگنا اس کی خصوصی عنایت ہے اور اس کے اندر موجود عناصر کی وجہ سے ہے جن سے دیگر سیارے محروم ہیں یہ یقیناً بے نظیر ہے۔ زمین کے اس فرش کی موٹائی صرف چند سو میٹر ہے جو اپنی بناوٹ میں خاص ہے۔ باقی زمین نچلے والا حصہ زندگی کے لئے غیر مناسب ہے۔ فرش کس طرح بنا ہے۔ یہ ایک سائنسی کہانی ہے جس پر بہت ریسرچ ہوئی ہے اور بڑی کتابیں لکھیں گئی ہیں جو سب اس بات کی گواہی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ زمین کی تہہ کو یوں نہ ترتیب دیتا تو یہاں انسان کی زندگی محال ہوتی۔<sup>11</sup>

### 5.2.8 پتھر کی آگ

ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن پتھر اور انسان ہیں،<sup>12</sup> بیسویں صدی سے پہلے انسان کے لئے سمجھنا نامن تھا لیکن اس صدی کی عظیم دریافتوں میں ایک عظیم دریافت یہ بھی ہے کہ مناسب ماحول میں پتھر بھی ایندھن بن گئے ہیں۔ بات صرف درجہ حرارت کی ہے۔ سورج جس میں درجہ حرارت لاکھوں ڈگری ہے اس کے اندر پتھر توانائی میں تحلیل ہو جائے گی۔ دراصل جلنے کا ایک عمل کیمیائی ہے جس میں کاربن اور آکسیجن کے باہمی جوڑ سے گرمی نکلتی ہے۔ تیل پٹرول اور باقی اور حیوانی مادوں کے جلنے کے عمل کی بنیاد کیمیائی عمل ہے۔ اس عمل سے ایٹمی ری ایکٹروں، ایٹم بمبوں اور ہائیڈروجن بمبوں میں مادہ توانائی بن کر جانا ہے اور نہایت قلیل مادہ سے بہت کثیر توانائی پیدا ہوتی ہے۔ آئیہ مبارکہ میں بتایا گیا ہے دوزخ کی آگ کا ایندھن پتھر ہوں گے جبکہ پتھروں میں ہر طرح کا جماداتی مادہ شامل ہے اس سے شاید یہی کہا جاسکتا ہے جس کی ایک جھلک ہمارا سورج ہے۔ یہاں فیوژن Fusion سے مادہ توانائی میں بدلتا رہتا ہے۔<sup>13</sup>

### 5.2.9 معلوم سے نامعلوم

جبکہ آیتہ مبارکہ 28 حیات اور موت کے حوالہ سے اللہ تبارک تعالیٰ پر ایمان کی دعوت تھی، آئیہ مبارکہ 29، کائنات کے معلوم سے معلوم From Known to Unknown کو دریافت کیا جاتا ہے یعنی جن چیزوں کا پہلے سے علم ہے انکی مدد سے نامعلوم کو پہچانا جاتا ہے، اس طرح آیت مبارکہ 29 میں بھی ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق پر غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کو پانے کی دعوت

دی گئی ہے۔ مطلب یہ کہ زمین و آسمان کو تو تم کس حد تک جانتے ہی ہو کہ یہ مخلوق ہیں، اب اگر عقل رکھتے ہو تو انہی کی نسبت سے خالق کی شان کو بھی سمجھ لو۔<sup>14</sup>

### 5.2.10 سات آسمان اور کائنات

آیت مبارکہ 20 کے آخر میں ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت کی عکاسی کی گئی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور انہیں سات آسمانی نظاموں میں ترتیب دیا اگر ہم قرآن کریم میں غور کریں معلوم ہو گا کہ زمین سے باہر زمان و مکان کا جو نظام ہے موجودہ سائنس نے اس میں بے شمار چھوٹے بڑے نام دریافت کئے ہیں اور جیسے جیسے انسان کے دیکھنے کے آلات کی حد بڑھتی جاتی ہے۔ ویسے ویسے کائنات کی وسعت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اب تو کہا جاتا ہے کہ سائنس کے لئے کائنات کا مکمل احاطہ ناممکن ہے۔ اس لئے کہ سائنس کے پاس تیز رفتار چیز روشنی ہی ہے لیکن کائنات کی وسعت کے مقابلہ میں اس کی ایک لاکھ چھبیس ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار بہت ہی ناکافی ہے۔ سبحان اللہ کہ انسان اپنے رب کے سامنے کس قدر لاچار ہے۔ یہ آیت مبارکہ یہ بھی بتاتی ہے کہ جیسے زمین پر ہر چیز ترتیب سے ڈیزائن ہوئی ہے اور بنائی گئی ہے آسمانی دنیا میں بھی ساری مخلوق ایک خاص ترتیب سے بنائی گئی ہے کائنات کی کوئی بھی چیز ترتیب کے بغیر نہیں صرف یہ نظام نہیں بلکہ جدھر بھی دیکھو گے خالق کی کاریگری نظر آئے گی۔ کائنات کی سات آسمانوں میں تقسیم بھی اس ترتیب کاریگری کا حصہ ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ٹوٹل تخلیق سات نظاموں میں منقسم کر دی گئی ہے ہماری کائنات Universe آسمان دنیا ہے لیکن اس سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ انسان کو کائنات کے ڈیزائن کا تو علم ہے لیکن ڈیزائنر Designer سے نا آشنا ہے۔ یہی اس کا المیہ ہے کائنات کے ہجوم میں انسان کائنات کے بنانے والے کو بھول جاتا ہے جو رب ساری کائنات کو بنائے والا ہے اور آخرت میں ہمارے اعمال کے مطابق مقامات بخشنے والا ہے۔ وہ ہمارے خیالات اور اعمال کو خوب اچھی طرح جانتا ہے اور ایک دن ضرور وہ ہم سب کو اپنے سامنے حاضر کرے گا تاکہ دیئے گئے اختیار کا حساب لیا جائے۔<sup>15</sup>

### سائنسی دریافتیں اور کشفی علوم

قرآن کریم کی آیت الاشیاء لہا سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر اپنی تخلیقات کے تمام راز آشکار کر دیئے تھے۔ چونکہ انسان انہی کی اولاد میں سے ہے اس لئے ہمارے جینز میں بھی وہ صلاحیت باقی ہے۔ اس کا یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ ہر چیز کا علم پہلے ہی سے ہماری فطرت Gene کے اندر بند ہے یعنی انسان کائنات کی کتاب ہے۔ لہذا جب ہم کوئی سائنسی دریافت کرتے ہیں تو کوئی بیرونی دریافت نہیں ہوتی بلکہ پہلے سے موجود علم کی پہچان ہوتی ہے۔ اسی طرح پیدائشی علوم کشف اور الہامی علوم intuition کی بنیادی باطنی صلاحیت ہے۔ جو انسان بھی توجہ کے ساتھ محنت کرے گا وہ اپنے مقصود علم تک پہنچ جائے گا۔ کچھ لوگوں کو علم لدنی بھی حاصل ہوتا ہے جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب یا استاد کی مدد کے بغیر عطا ہو جاتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو ہر طرح کے اس کا علم عطا کر دیا گیا تھا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علم لدنی کی اصل بھی ہمارے جینز Genes میں چھپا ہوا علم ہی ہے یعنی اگر تم اپنے اندر کی کتاب پڑھ لینے کی صلاحیت حاصل کر لو تو باہر کا علم خود بخود حاصل ہو جائے گا۔ سائنس کی زیادہ تر باتیں بھی اچانک باطن سے مل جانے پر ہی ہوتی ہیں جو ایک طرح کا علم لدنی ہے۔ اس طرح کشف اور الہام کی بنیادی علم لدنی

ہی ہے ان کا ماخذ بھی باطن ہے، اس لئے کہ وہ علم ادم اشیاء کی یادداشت ہمارے اندر محفوظ ہے۔ لہذا جو شخص اپنے باطن کی کتاب پڑھ سکے گا اس پر ظاہر خود بخود واضح ہو جائے گا اور یہی چیز صوفیا کرام کے مذہب کی بنیاد ہے۔<sup>16</sup>

وارنگ، خبردار

آیت مبارکہ 36 میں ارشاد ہے کہ، تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے<sup>17</sup>، معاشرتی سائنس کے لئے ایک نہایت اہم موضوع ہے اور ہمارے لئے ایک بڑی سبق آموز بات ہے ہمیں بتایا گیا ہے کہ کوئی انسان ایسا نہیں ہو گا جس کا کوئی دشمن نہیں ہو گا۔ اس لئے زندگی کو ہوشیاری اور کھلی آنکھوں سے گزارو اور اپنے دوستوں اور دشمنوں کو پہچاننا سیکھو انسان کا اولین دشمن شیطان ہے جو جنت سے ہمارے پیچھے لگ گیا تھا۔ اس نے ہمیں وہاں بھی دھوکا دیا اور یہاں بھی دھوکا دیتا ہے تاکہ دوبارہ جنت میں نہ جائیں۔ انسان کا دوسرا دشمن خود انسان ہی ہے۔ زندگی کی اعلیٰ ترین اقتدار کے ساتھ ساتھ رقابت، نفرت بھی اس کی فطرت کا حصہ ہیں جن سے مغلوب ہو کر انسان، انسان کی دشمنی پر اتر آتا ہے۔ دراصل یہ خصوصیات زمین پر ہمارے امتحان کے پرچہ میں کچھ مشکل سوالات ہیں، اور ہمارا امتحان ان پر قابو حاصل کر کے باہمی محبت اور یگانگت کو اجاگر کرنا ہے۔ اس کے علاوہ حیواناتی اور نباتاتی انواع میں سے بھی ہمارے بے شمار دشمن ہیں جن سے احتیاط اور بچاؤ کی تدابیر کرنا بھی ہمارا امتحان ہے۔ جس قدر کوئی معاشرہ ان سے بہتر طور پر عہدہ برہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی قدر وہ مطمئن ہوتا ہے۔ ظاہر ہے حضرت آدم اور ان کی بیوی جنت میں علم نہ ملنے پر انتہائی پشیمان اور پریشان ہوں گے۔ بار بار رب کریم کی طرف نظر اٹھتی ہو گی لیکن کچھ سمجھ نہیں آتا ہو گا کہ کیا کریں۔ پھر رحمت خداوندی جوش میں آئی اور انہیں دو الفاظ سکھا دیئے جن سے ان دونوں کو معافی مل گئی۔<sup>18</sup>

سائنس کی ترقی اور مردوں کا زندہ ہونا

یہاں ایک اہم سائنسی نکتہ یہ ہے کہ اسباب کی دنیا میں یہ کیسے رونما ہوا؟ ایک سائنسی بات ہے جس پر غور کرنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ گائے کے بعض حصوں میں انسانی قبولیت ہو اور حیوانات کے اعضا کی انسان کے جسم میں پیوند کاری کی سائنس شاید گائے سے شروع ہو۔ یہ ایک خیال ہے لیکن جیسے کہا گیا ہے معجزہ معجزہ ہی ہوتا ہے اور وہاں اسباب کا ہونا ضروری نہیں۔ جہاں تک حیات بعد الموت کا تعلق ہے اگرچہ بیک وقت تمام مردوں کا زندہ ہونا تو قیامت کو ہی ہو گا لیکن اس دنیا میں بھی کبھی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا ہے۔ لہذا مردہ کا زندہ ہونا کوئی امر محال نہیں۔ چونکہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے اب معجزات کا زمانہ نہیں رہا لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ سائنسی ترقی سے بھی ایسا ہی کوئی معجزہ ہو جائے اور سائنس دان کسی مردہ کو زندہ کر لیں۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ بالکل انہی واقعات کا اعادہ ہو گا جو پہلے بھی ہو چکے ہیں اور حیات بعد الموت کا ثبوت ہوں گے۔ موجودہ سائنس اس کوشش میں ہے کسی مردے کے جسم کے ذرات Cells کو لیا جائے اور جیسے بیج کو پانی اور مٹی میں اگایا جاتا ہے اسی طرح اس Cell کو بھی مناسب ماحول مہیا کر کے لیبارٹری میں پرورش کا موقع دیا جائے جیسے باپ کا جراثیمہ ماں کے پیٹ میں بڑھنے لگتا ہے۔ یہ عین ممکن معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہو کر رہے تو قرآن حکیم کی سچائی کا ایک اور ثبوت ہو گا لیکن یہ حیات بعد الموت بھی عارضی طور پر ہو گی مستقل حیات بعد الموت صرف اور صرف یوم الدین کے وقت ہی ہو گی۔<sup>19</sup>

## قلب کیا ہے؟

آیت مبارکہ 74 میں پھر تمہارے قلب سخت ہو گئے جیسے کہ دل پتھر کے ہوں<sup>20</sup> سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قلب ہے کیا چیز؟ کیا یہ وہی ہے جس کو ہم دل Heart کہتے ہیں یا یہ دماغ کا کوئی حصہ ہے یا کوئی اور چیز؟ اس بات پر بہت اختلاف ہے اور یہ اختلاف صرف مفسرین ہی میں نہیں بلکہ پوری سائنس ابھی تک Mind اور Brain کے فرق کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ جب سے جین Gene کی دریافت ہوئی ہے اور یہ پتہ چلا ہے کہ ہر جرثومہ Cell بذات خود انسان کی شخصیت کا ڈیزائن ہے جس میں وہ ایسے ہی بند ہے جیسے کے بیج کے اندر پورا درخت، ایسے معلوم ہوتا ہے کہ قلب جین کی شعوری کیفیت کا نام ہے چونکہ ہر انسان کھربوں جینز Genes کا مجموعہ و امتزاج ہے اسلئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کھربوں جینز کا مجموعی شعور انسانی قلب ہے جو انسان کی پوری شخصیت کی عکاسی کرتا ہے اور اس کا مرکز دل ہے۔ جینز Genes کی مثال کمپیوٹر کے سافٹ ویئر Software سے دی جاتی ہے۔ یہ کہ جینز سے ہدایات جسم کو ملتی ہیں اس سوال کا تعلق ہارمونز سے ہے یہ کچھ ایسے کیمیکل اجزا ہیں جن کا خون کے ذرات کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ سارا خون ہارمون سے بھرا پڑا ہے۔ جسم میں ہارمونز کی حیثیت نامہ بر Messenger کی ہے۔ یہ سارے جسم کی خبریں لیکر قلب سے گزرتے ہیں، دماغ سے ہوتے ہوئے بھی قلب میں واپس آتے ہیں یوں قلب ہارمونز کے جزل ہیڈ کو اگڑا GHQ کی حیثیت رکھتا ہے اسی لئے قلب کے معاملات کا ذہن سے گہرا تعلق ہے۔ ان جدید دریافتوں سے قلب کی اہمیت واضح تر ہو جاتی ہے کہ یہ محض خون کے لئے ایک مکینیکل پمپ نہیں بلکہ انسانی شخصیت میں نہایت اہم مقام ہے بلکہ دماغ کے کام کرنے کا انحصار اس پر ہے۔ چونکہ دل Heart میں سے ہر انسان کے اربوں خلیات خون کی شکل میں گزرتے ہیں جن میں جینز، ہارمونز اور پتہ نہیں نہیں کیا کیا کچھ ہوتا ہے اس لئے دل خود تو قلب کی نشست گاہ Seat کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اور یوں سارے جسم پر دماغ سمیت دل کی حکومت ہے۔ ان دریافتوں کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قلب محض گوشت کے لو تھڑے کا نام نہیں بلکہ یہ انسان کی پوری شخصیت کی کتاب ہے جس کے الفاظ خون میں جینز ہیں، ان الفاظ کے معانی کے نامہ بر ہارمونز ہیں اور اس کی نشست انسان کا دل Heart ہے۔<sup>21</sup>

## ہر ایٹم قلب رکھتا ہے

آیت مبارکہ 74 میں چیزوں کے خواص سمجھنے کے لئے ایک نئی سمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سائنس نے بھی پچھلے چند سالوں میں اس طرف دیکھنا شروع کیا ہے۔ فرمایا کہ پتھروں میں بھی تو کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے خوف سے نیچے گر پڑتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ پتہ جنہیں ہم جمادات میں شمار کرتے ہیں اور بے جان سمجھتے ہیں انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی کا شعور حاصل ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی ہیں اور اس کے خوف سے بعض اوقات اپنی جگہ سے گر بھی جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بے جان سے بے جان چیز کے ذرات Atoms میں اپنے خالق کا شعور ہے، وہ اس کے بتائے ہوئے قوانین کو یاد رکھتے ہیں اور دیئے گئے فرائض کی ادائیگی میں ہر دم مستعد ہیں۔ نظریہ کہ نیوٹن ذرات sub atom particles کی یادداشت ہے 1935 میں پیش کیا گیا تھا اور 1985 میں پیرس یونیورٹیٹی میں الین اسپیکٹ Alain Aspect سائنس دان نے تجرباتی طور پر یہ ثابت کیا

کہ اگر دوزرے کروڑوں میلوں تک بھی علیحدہ علیحدہ کر دیئے جائیں وہ پرانی رفاقت کو نہ صرف یاد رکھتے ہیں بلکہ کسی غیر مرئی طاقت کے بل پر جانتے ہیں کہ انکا دوست ذرہ اس وقت کیا کر رہا ہے۔<sup>22</sup>

### قرآن کی حفاظت کیوں کی گئی

پوچھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی ترسیل میں حفاظتی تدبیر وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔ مثلاً بعض احادیث مبارکہ میں آتا ہے فلاں آیت یا فلاں سورت جب نازل ہوئی تو اس کی معیت میں ساتتے فرشتے تھے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ ان سورتوں اور آیات کی عظیم شان اور عزت و احترام کو ظاہر کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ وحی کے ساتھ شیطانی وسوسوں کی ملاوٹ کے امکان کو روکا جائے۔ ٹیلی ویژن وغیرہ کے طریقوں اور ان پر فضا میں موجود بجلی کے طوفانوں کے اثرات مثلاً بادلوں کی گرج چمک وغیرہ کم کرنے کے حفاظتی نظام پر غور کریں تو آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ مثلاً جب بھی بادلوں میں بھی بجلی کڑکتی ہے تو سگنل خراب ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اصل سگنل پر بادلوں کی بجلی کا سگنل چڑھ جاتا ہے چنانچہ آج کل آواز یا تصویر کے سگنل کو ٹرانسمٹ Transmit کرنے سے پہلے ان پر حفاظتی Signal چڑھا دیے جاتے ہیں گریہ عام انسانی حفاظتی تدابیر کی بات ہے تو شیطانون سے وحی کی حفاظت کے خصوصی انتظام پر شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔<sup>23</sup>

### 5.2.17 ماہیت قلب

قلب کیا ہے؟ قلب اور دماغ میں کیا فرق ہے؟ کیا دل جو انسانی خون کو پمپ کرتا ہے وہی قلب ہے؟ کیا وحی یا الہام دماغ کو ہوتا ہے یا قلب کو؟ ان سوالات کے جواب سمجھنے کے لئے اہم ہے لیکن ایمان اور تقویٰ کے لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ لیکن چونکہ فی زمانہ انسان کی سرشت میں جستجو ہے تو اس لئے ایسے سوالوں کو مناسب اہمیت دی جانی چاہیے۔ ہم پہلے بھی اسی سورت میں ہارمونز اور خون کے ذرات کے حوالہ سے انسانی دل بحیثیت آلہ جذبات کے متعلق کچھ بحث کر چکے ہیں۔ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہیں گے کہ دراصل قلب انسانی شخصیت کا مرکزی نکتہ Nucleus ہے۔ بیالوجی کے طلباء جانتے ہیں کہ انسان کا جسم کھربوں خلیات Cell کا مجموعہ ہے لیکن یہ تمام خلیات اپنی بناوٹ میں ایک ہی کلیہ کے مطابق ہیں۔ ہر خلیہ کے اندر ایک مرکز Nucleus ہوتا ہے اور اس مرکز میں ڈی۔ این۔ اے ہوتے ہیں اور ڈی این اے میں جینز Genes کا فارمولہ ہوتا ہے اور انسان کی شخصیت اور اس کے اعضاء اس فارمولہ کے مطابق تشکیل پاتے ہیں اس کلیہ کے مطابق انسان کا بھی بحیثیت مجموعی ایک مرکز Nucleus ہوتا ہے جسے ہم قلب کا نام دیتے ہیں۔ یہ اس کی پوری شخصیت کا مرکزی مقام ہے۔<sup>24</sup>

### 5.2.18 جادو کیوں اور کیسے اثر انداز ہوتا ہے

جادو کے اثرات لوگوں کے ذہنوں MINDS پر پڑتے ہیں جس کے باعث وہ بیمار ہو جاتے ہیں، ذہنی تناؤ میں آ جاتے ہیں اور غصہ اور نفرت سے ان کے دل بھر جاتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ ایسے فیصلے کر بیٹھتے ہیں جو انہیں تباہی و بربادی کی طرف لے جاتے ہیں اور یوں جادو کرنے اور کرانے والے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ انسانوں کے ذہنوں پر جادو کیوں اور کیوں نکر اثر انداز ہوتا ہے؟ آیت کریمہ 102 سے صاف ظاہر ہے کہ اس کی وجہ شیطین ہیں جو ہمارے ارد گرد لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں موجود رہتے ہیں۔ یہ غیر مادی مخلوق ہیں ایسی ہی غیر مادی مخلوق جس طرح کہ ہماری روح ہے۔ ان کا کام انسان دشمنی ہے لیکن

نقصان پہنچانے کی قوت صرف ان کو وسوسوں کی حد تک ہے۔ اغلب یہ ہے کہ وہ یہ وسوسے ذہن میں چلنے والی برقی لہروں پر اپنی توانائی کی لہروں کے اثرات سے پیدا کرتے ہیں۔ جدید سائنس کے مطابق ذہن میں آنے والے خیالات دماغ میں موجود ایروں نیوران Neurons کے درمیان توانائی کے رد و بدل کا عکس ہیں۔ شیاطین جب ہمارے اذہان کی توانائی کی لہروں پر اثر انداز ہوتے ہیں تو ذہنی کشمکش دباؤ، تناؤ، نفرت، حسد، غیبت، برائی، دشمنی جیسے خیالات جنم لیتے ہیں۔ اس عمل کی مثال یوں سمجھ لیں کہ ریڈیو پر آپ دلکش آواز سن رہے ہیں اچانک بادلوں میں بجلی چمکنے لگے یا گھر کی بجلی کی تاروں کے درمیان معمولی سا شعلہ Short پیدا ہونے لگے تو اس کے اثرات سے ریڈیو میں شور پیدا ہونے لگتا ہے۔ اس طرح شیاطین اپنے ناری شور سے ہمارے ذہن کے برقی نظام کے سکون کو برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں جنہیں ہم وسوسے یا مختلف برے خیالات کا نام دیتے ہیں لیکن اگر انسان مضبوط نصاب کا مالک ہو یا نیت کر لے کہ وہ اپنے ذہن پر شیطانی اثرات کو غالب نہیں آنے دے گا تو پھر شیطان اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے یہی وجہ ہے کہ جنات اور شیاطین کمزور ارادے والوں پر یا ان پر جو شیطانی خیالات کی آبیاری کرتے ہیں زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔<sup>25</sup>

### ایک سائنسی نکتہ

یہ اہم حقیقت کہ مشرق و مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں تم جدھر بھی منہ کرو گے اللہ ہی کو پاؤ گے<sup>26</sup> اور وہ واسع علیم ہے اللہ تعالیٰ کی بے مثل صفات کا اظہار ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات محدود ہوتی تو اسکی کوئی سمت بھی ہوتی لیکن چونکہ وہ خود غیر محدود اور ہر انتہا سے ماوراء infinitel ہے اور سائنس ہی جانتی ہے کہ غیر محدود اور لا انتہا ہستی کے لئے سب سمتیں برابر ہوتی ہیں اور حقیقتاً یہ اسکے اندر ہی ہوتی ہیں یعنی وہ سمتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب سبھی اسکی ذات کے اندر مقید ہیں۔ آیت مبارکہ 115 کائنات کی بناوٹ کے متعلق بھی واضح سائنسی انکشاف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سمتوں Dimensions کے عندیے سب نسبتی Relative تقاضے ہیں یعنی مشرق و مغرب حقیقت میں کوئی حقیقت نہیں۔ ہمارے لیے جو خاص سمت مشرق ہے کسی اور کے لیے یہی سمت مغرب ہو سکتی ہے۔ آن سٹائن کی تھیوری Theory of Relativity کی بنیاد بھی یہی نکتہ ہے کہ سمتوں کی اہمیت نسبتی ہے۔ اس طرح یہ آیت مبارکہ آج سے چودہ سو سال پہلے یہ حیرت انگیز انکشاف بھی تھا کہ زمین پر رخ قبلہ کچھ لوگوں کے لئے مغرب میں ہے اور کچھ کے لئے مشرق میں ہے۔ اب ہم جانتے ہیں کہ خط استوا کے شمال میں رہنے والوں کے لیے قبلہ مغرب کی سمت میں ہے اور جنوب میں رہنے والوں کے لیے مشرق میں پڑتا ہے۔<sup>27</sup>

### آسمانوں اور زمین کی ایجاد ایک سائنسی نکتہ

عیسائیوں کے باطل عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ یہ اس کی شان نہیں وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد اور خالق ہے۔ یہ اللہ کی واحدانیت پر بڑی زبردست دلیل ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت بھی ہے کہ کائنات ایک تخلیق ہے اس لئے اس کا کوئی آغاز بھی ہو گا۔ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے تک کائنات کے متعلق نظریاتی نظر یہ ہیٹنگی کا تھا یعنی کائنات ہمیشہ سے اور ہمیشہ رہے گی Universe State Steady تھیوری تھا لیکن بعد کی

دریافتوں نے قرآن پاک کی حقانیت کو سچ ثابت کیا کہ کائنات ایک ایجاد ہے یعنی یہ ہمیشہ سے نہیں نہ ہی زمان و مکان کا وجود ہمیشہ سے ہے بلکہ یہ سب اچانک ظہور پذیر ہوئے۔ ان سے پہلے ایک انہونی کیفیت تھی۔ اس انہونی Nothingness سے سب کچھ ہو گیا۔ اس نئی تھیوری کا نام بگ بینگ Big Bang تھیوری ہے جو کائنات کے بارے میں معتبر ترین تھیوری سمجھی جاتی ہے۔ عقل حیران ہے کہ سائنس ایک لمبے سفر کے بعد اس حقیقت تک پہنچی ہے جو قرآن کریم میں صدیوں پہلے ان واشگاف الفاظ کے ساتھ بتائی جا چکی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہی انسانوں اور زمین کا موجد ہے یہ کائنات ایک ایجاد ہے اور ایجاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے نہیں ہے اور اس سے پہلے بھی ویسی کوئی چیز نہیں تھی۔<sup>28</sup>

کیا یہ سب خود ہی ہو گیا؟

آیت مبارکہ 164 دنیا بھر کے انسانوں کے لیے ایک سائنٹیفک چیلنج ہے۔ یہ آیت انسان کے ضمیر جھنجھوڑ رہی ہے کہ ذرا شب و روز کے نظام کی تفصیل کو سمجھو زمین کو دیکھو جو اپنے محور اور سورج کے گرد ایک وقت گھومتی ہے اس کے صبح و شام کو دیکھو کہ یہ سب کیوں ہے شام کے متعلق سوچو کہ کیسے اور کیوں ہیں تو عقل کے پاس ان سب کے موجد اور خالق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں رہ جاتا۔ لہروں سے اچھلتے ہوئے سمندر اور ان میں خراماں جہازوں سے پوچھو کہ پانی کے یہ وسیع ذخائر اور ان میں چلتی کشتیاں کس نے انسانی خدمت پر لگادی ہیں تو خالق سے دوری نہیں رہے گی۔ زمین پر یہ اس قدر پانی کہاں سے آگیا۔ یہ تو ابتداء میں ایک جلتا ہوا انگار تھا۔ یہ کس نے کر دیا کہ آسمانوں میں سے برف کے شہاب لالا کر زمین کو ٹھنڈا کیا اور اس کے نشیبوں کو پانی سے بھر دیا اور پھر پانی میں حیات رکھ دی اور پھر اس حیات میں اس قدر برکت عطا فرمائی کہ کروڑوں اربوں ڈیزائنوں کے مطابق طرح طرح کی زندگی سے زمین کی خشکی اور تری کو بھر دیا۔ یہ سب کیا خود بخود ہو گیا؟ یہی نہیں بلکہ زمینی حیات اور اس کی نباتات و حیوانات کو معتدل ماحول اور موسم دینے کیلئے زمین سے سینکڑوں ہزاروں میل دور ان پر ایسے ایسے سحاب کے غلاف ڈال دیئے کہ بیرونی دنیا سے آنے والی خطرناک شعاعیں، ذرات اور شہاب زمین پر بننے سے پہلے ختم کر دیئے جائیں۔ ایک یہ کہ سمندروں میں بو نہ پڑ جائے، میں رہنے والے جاندار دم گھٹ کر نہ مرجائیں، زمین سے 389000 میل دور چاند کو رکھ دیا جسکی کشش سے مدوجز کا نظام سمندر کے کھربوں ٹن پانی کو ہلاتا رہتا ہے۔ یہ شاندار نظام کس کا قائم کیا ہوا ہے؟ اگر تمام سائنس معلوم سے نامعلوم کی طرف سفر ہے تو پھر مخلوق سے تم خالق کو کیوں نہیں پہچانتے؟<sup>29</sup>

5.2.22 زمین پر آسمان سے پانی

آیت مبارکہ 164 میں ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمایا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا<sup>30</sup>۔ جبکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بارش کا پانی اگرچہ آسمان کی طرف سے گرتا ہے لیکن اس کا منبع بھی زمین پر سمندر ہی ہیں۔ اس لئے رب تعالیٰ کا فرمان آسمان سے پانی نازل کیا، کا مطلب معمول کی بارش پانی نہیں بلکہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ زمین پر جو پانی ہے وہ بھی ضرور آسمان سے ہی نازل ہوا ہو گا۔ یہ بہت بڑا سائنسی انکشاف ہے جس کا ثبوت پچھلے دس میں سالوں کی خلائی تحقیق سے ملا ہے۔ سبحان اللہ، یوں سائنس قرآن کریم کی تصدیق کرتی جاتی ہے۔

1987 کے لگ بھگ امریکہ کے سب سے بڑے خلائی تحقیق کے ادارے ناسا NASA کے سائنسدانوں نے دیکھا کہ خلا میں برف کے بڑے بڑے پہاڑ یعنی برفانی شایے Ice Meteorites موجود ہیں۔ ان میں سے ہر روز ہزاروں کی تعداد میں زمین کا بھی رخ کرتے ہیں لیکن ہوا سے ٹکرا کر بھاپ بن کر ہوا ہی میں جذب ہو جاتے ہیں۔ یو آسمانوں کا پانی زمین کی فضا میں ہی میں منتقل ہوتا رہتا ہے ابتداء میں یہ عمل بہت تیز تھا ان کے علاوہ زمین کا کچھ پانی اسکی تخلیق میں موجود آبی بخارات کے ٹھنڈے ہونے کی وجہ سے بھی ہے۔ یہ بخارات ان گیسوں میں موجود تھے جن سے زمین کی تخلیق ہوئی لیکن انکا منبع بھی وہ آسانی ستارے تھے جن کی تباہی کے طلبہ سے زمین معرض وجود میں آئی تھی۔ یہ بخارات خلائی ٹھنڈک سے ٹھنڈے ہو کر ژالہ باری اور بارشی قطروں کی شکل میں لاکھوں سال متواتر بارشوں کی شکل میں گرتے رہے جس کی وجہ سے زمین کی بیرونی سطح ٹھنڈی ہوتی گئی بلکہ پانی کے کیمیائی عمل سے اس پر جو تبدیلیاں آئیں ان سے زمین کے اوپر کا پرت نرم ہوتا گیا اور یوں آہستہ آہستہ وہ نباتات پیدا کرنے کے قابل ہوگی اسی پانی کے نشیبی کے نشیبی جگہوں میں پانی جمع ہونے سے ندی نالے اور سمندر وجود میں آگے یعنی جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا جدید سائنس بھی اس نتیجہ پہنچی ہے کہ زمین پر پانی آسمانی ذرائع کا مرہون منت ہے۔<sup>31</sup>

**مرہون زمین میں پانی سے زندگی**

ایک اور بہت بڑی سائنسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ابتدا میں ہماری زمین مرہون تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے پانی نازل کیا تو اس پانی کی وجہ سے زمین کو حیات ملی۔ اس کے علاوہ ہواؤں کی گردش اور بادلوں کا نظام بھی سمندروں میں جمع شدہ پانی ہی کی وجہ سے ہے کہ وہ حقائق ہیں جو بیسویں صدی کے اوائل میں سائنس کو معلوم ہوئے۔ پانی کے بغیر مرہون زمین کا تصور تو صحراؤں سے بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا صحیح ادراک سورج کے دوسرے سیاروں مثلاً زہرہ، مریخ، عطارد وغیرہ کی خلائی تصویروں سے ہوتا ہے۔ وہ بھی سورج کا خاندان ہیں اور ہماری زمین بھی۔ فرق صرف پانی کا ہے۔ وہاں کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا اور ان کی مٹی بھی نباتات کے لئے زہریلی ہے۔ سورج کے خاندان میں کچھ سیاروں مثلاً زحل وغیرہ میں پانی سخت جمی ہوئی برف کی شکل میں موجود ہے لیکن وہ بھی مصداق پتھروں کے ہے اس لئے وہاں بھی کوئی زندگی نہیں۔

دراصل پانی جو ہائیڈروجن اور ایک آکسیجن کے ایٹم کے ملنے سے بنتا ہے کیمیائی طور پر بہت زیادہ تیز عمل کار ہے۔ یہ پتھروں کو توڑ کر رکھ دیتا ہے اور اس میں بیشتر چیزیں حل ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مائع گیس اور ٹھوس حالتوں میں وہ خصوصیات رکھ دی ہیں جو کسی اور کیمیائی نہیں ہیں۔ ان کی بنا پر یہ زمین، فضا اور سمندروں میں متناسب درجہ حرارت رکھنے کا باعث ہے اور اپنی ایسی ہی خصوصیات کی بنا پر یہ زندگی کا منبع ہے۔ اگر زمین پر پانی نہ ہوتا تو دوسرے سیاروں کی مانند یہاں بھی زندگی ناممکن ہوتی۔ یوں سائنس قرآن کریم کی آیت مبارکہ 166 کی تصدیق کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے پانی نازل کر کے مرہون زمین کو زندہ کیا<sup>32</sup>۔ اگر کسی وجہ سے زمین کا پانی چھین لیا جائے تو زمین دوبارہ مرہون ہو جائے گی۔<sup>33</sup>

### خلاصہ بحث

قرآن مجید اپنی نشانیاں و آیات بیان کرتے ہوئے بیشتر مقامات پر ”غور و فکر کرنے والوں کے لیے“، ”عقل و فہم والوں کے لیے“ اور ”نصیحت پکڑنے والوں کے لیے“ جیسے کلمات سے ہم سے تدبر کا مطالبہ کرتا ہے اور آفاق و انفس کی دنیا میں قدرت کی

نشانیوں دکھلانے کا وعدہ بھی کرتا ہے، تاکہ حق سب پر ثابت ہو جائے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: ”عقرب تم پر آفاق اور انفس اندر کی دنیا میں قدرت کی نشانیاں صاف صاف ظاہر کر دی جائیں گی، حتیٰ کہ تم پر حق کی نشانیاں واضح ہو جائیں گی۔“ یہی وجہ تھی کہ آئین سٹائین جیسا یہودی محقق اور عظیم سائنس داں ان ہی نشانیوں کو دیکھ کر وحدانیت کا یوں قائل ہوا کہ ”جو کوئی سنجیدگی کے ساتھ سائنسی علوم کی تحقیق میں منہمک ہو گا اس حقیقت کا اعتراف ضرور کرے گا کہ کائنات کے قوانین میں ایک ہستی ضرور کار فرما ہے۔ یہ ایسی ہستی ہے جو بے پناہ عظمت اور فوقیت کی حامل ہے، جس کے سامنے ہماری توانائیاں بے بس اور نتیجتاً ہمیں اس کے آگے جھکنا پڑے گا۔“

امام غزالی، علامہ سیوطی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہم نے قرآن میں حکمت، علم کائنات اور نظم کائنات سے متعلق آیات کی نشاندہی کی ہے اور کوئی سات سو سے زائد ایسی آیات کا ذکر کیا ہے، بلکہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ”ایسے بہت سے علوم بھی ہو سکتے ہیں، جن تک ابھی انسانی ادراک نہیں پہنچ سکا۔“ وہ قرآن حکیم کو معرفت الہی اور افعال الہی کا سمندر کہتے ہیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ قرونِ اولیٰ اور وسطیٰ کے مسلمان حکماء اور سائنسدانوں نے اپنی علمی و تحقیقی کاوشوں سے ساتویں صدی عیسوی کے اواخر سے چودھویں صدی عیسوی تک ایک انقلاب برپا کر دیا تھا، گویا سات سو سال تک مسلم سائنسدانوں کی ایسی حکمرانی رہی کہ رابرٹ بریو کو اپنی معرکہ الآراء تصنیف ”تعمیر انسانیت“ میں یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ”ہماری سائنس عربوں کی مرہونِ منت ہی نہیں کہ انہوں نے چونکا دینے والے اکتشافات یا انقلابی نظریات پیش کیے، بلکہ اس سے کہیں زیادہ عربوں کے زیر بار احسان ہے، یعنی اس کا وجود ہی ان کی بدولت ہے۔“ ان معروف ترین مسلمان علماء و حکماء کی کہکشاں میں الکنڈی، رازی، ابن سینا، ابن رشد، خوارزمی، فارابی، البیرونی، الزہراوی، المسعودی، جابر بن حیان، ابن خلدون، عمر خیام، ایوبی اور ابن فہر وغیرہ شامل ہیں، جنہوں نے فلکیات، ریاضیات، ارضیات، کیمیا، طبیعیات، جغرافیہ، طب اور حیاتیات جیسے سائنسی علوم میں حیران کن اور فقید المثل تحقیقات و ایجادات انجام دیں۔ یہی تحقیقات مغرب کی نشاۃ ثانیہ کے لیے رہبری و رہنمائی کا سامان بنیں۔ یہ بڑی دلخراش اور دلدوز داستان ہے کہ کس طرح ہم اپنی کوتاہیوں، غفلت اور حالات کی ناہمواریوں کا شکار ہو کر ایسے پیچھے ہوئے کہ آج یورپ و امریکہ کو علومِ جدیدہ اور سائنس کی امامت سونپ دی۔ یہاں یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ قرآن مجید عقائد، شرعی احکام اور زندگی کے ہر نظام کی وضاحت کرتے ہوئے، حکمت اور علومِ جدیدہ کی تحصیل کے لیے تحریک بھی دیتا ہے، چنانچہ یورپ و امریکہ میں نہ صرف پچھلی صدیوں کے جید مسلمان سائنسدانوں کی تحقیقات کے ترجمے ہوئے، بلکہ آج بھی اس صدق و صفا سے بھرپور کتاب الہی کے ایک ایک لفظ پر غور ہوتا ہے اور حکیمانہ نصوص قرآنی سے متاثر ہو کر علومِ جدیدہ کی طرف قدم بڑھایا جاتا ہے اور ہم ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ”تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا“ رکھتے ہوئے بھی عصری علوم کی تحصیل میں نہایت ہی پسماندہ ہیں۔ خیر امت کے اعزاز کو برقرار رکھنے کے لیے مؤمن کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ علومِ جدیدہ اور سائنس میں کمال حاصل کرے اور اسلام کی ابدیت کو جتاتے رہیں اور سر بلندی و سرفرازی کی امامت سے متصف ہوں۔ ذیل میں مختلف عنوانات کے تحت قرآنی آیات کو پیش کیا گیا ہے اور اختصار کے ساتھ تشریح کرتے ہوئے یہ بتلایا گیا ہے کہ کس طرح قرآن مجید کے ابدی حقائق سے سائنسی اصول ہم آہنگ ہوتے ہیں۔

## References

- <sup>1</sup> Sultan Bashir Mahmood, Kitāb e Zindagī (Islamabad:LDār al-Hikmat, 2007),33.
- <sup>2</sup>Al-Fathia1: 3.
- <sup>3</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 34.
- <sup>4</sup>Al-Baqarah2:4.
- <sup>5</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 49.
- <sup>6</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 50.
- <sup>7</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 51.
- <sup>8</sup>Al-Baqarah2:19.
- <sup>9</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 53.
- <sup>10</sup>Al-Baqarah2: 22.
- <sup>11</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 54.
- <sup>12</sup>Al-Baqarah2:24.
- <sup>13</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 58.
- <sup>14</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 64.
- <sup>15</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 66.
- <sup>16</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 73.
- <sup>17</sup>Al-Baqarah 2:36.
- <sup>18</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 74.
- <sup>19</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 102.
- <sup>20</sup>Al-Baqarah2: 74.
- <sup>21</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 103.
- <sup>22</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 104.
- <sup>23</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 122.
- <sup>24</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 123.
- <sup>25</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 126.
- <sup>26</sup>AL-BAQARAH:176
- <sup>27</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 142.
- <sup>28</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 144.
- <sup>29</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 182.
- <sup>30</sup>Al-Baqarah2: 164.
- <sup>31</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 182.
- <sup>32</sup>Al-Baqarah 2: 166.
- <sup>33</sup>Mahmood, Kitāb e Zindagī, 184.